رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳۵ THE ALFAZL QADIAN رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

دیں کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے | عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعود)

الفضل

قیمت فی پرچہ ۱/

مضامین بنام ایڈیٹر

کاروباری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہو

فہرست مضامین

ایڈیٹر ۔ غلام نبی ۔ انچارج ۔ مہر محمد خان

نمبر ۹۶ | مورخہ ۱۱ر جون سنہ ۱۹۲۳ء | [illegible] | مطابق ۲۵ر شوال سنہ ۱۳۴۱ھ | جلد ۱۰

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ روزانہ بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ میں قرآن کریم کا درس دیتے ہیں۔ سوائے ہفتہ کے۔ جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری ریواڑی سے آریوں سے کامیاب مباحثہ کے بعد اور جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق لاہور۔ گجرات اور سرگودھا میں اور جناب حافظ روشن علی صاحب ... لیکچر دیکر ... واپس دارالامان پہنچ گئے ہیں۔ مولانا فضل الدین صاحب وکیل آگرہ سے واپس آ گئے ہیں۔

ہمارے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بورڈنگ ہاؤس میں طلباء کی تعداد بفضلہ دن بدن بڑھ رہی ہے۔ بیرونی احباب اپنے بچوں کو

ایک غلط فہمی کی اصلاح

۷ر جون کے الفضل کے صفحہ ۲ کالم ۱ سطر ۱۳ میں جن دیہات کا ذکر ہے۔ انہیں "حسن پور" کا نام بھی ہے۔ ہماری اس سطر سے نکلی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے۔ کہ یہ موضع احمدی مبلغین کے زیر تصرف ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ نہیں ہے۔ بلکہ اس موضع میں انجمن دعوۃ والتبلیغ لاہور کے مبلغین کام کرتے ہیں۔ اور ماشاء اللہ اچھا کام کرتے ہیں۔ ہم کھلے طور پر اس غلط فہمی کا ازالہ کرنا اپنا اخلاقی اور مذہبی فرض سمجھتے ہیں۔ ہمارا یہ مطلب تھا کہ برٹش علاقہ کے وہ دیہات جہاں خواہ احمدی مبلغ متعین ہیں یا دیگر معزز اسلامی انجمنوں کے ذمہ وار ارکان انہیں سے کسی ایک میں بھی فساد نہیں ہوا۔ پھر اگر ان میں اسلامی مبلغ کس طرح باعث فساد ہو گئے

امریکہ میں اسلام

(از جناب مولانا مولوی محمد دین صاحب بی اے احمدی)

سپرٹچوال ہال میں لیکچر

ہفتہ مختتمہ میں چار نومسلم داخل سلسلہ احمدیہ ہوئے۔ تعلیم و تربیت کا کام بڑھ رہا ہے۔ ہفتہ میں دو روز پیر اور بدھ کو عربی کلاسز ہوتی ہیں۔ ابھی ابتدا ہے۔ لیکن لوگوں کی دلچسپی بڑھ رہی ہے ویسے بھی ہر روز ملاقاتوں کا سلسلہ گھر اور باہر جاری رہتا ہے۔ اس ہفتہ میں حضرت مفتی صاحب کے چار لیکچر ہوئے۔ جمعرات کے روز ایک سپرٹچوایل ہال میں حضرت مفتی صاحب کا لیکچر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے

آپ کو ایک خاص ملکہ عطا فرمایا ہے۔ مضمون کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اس میں اسلام اور سلسلہ کی تبلیغ ہی جزو اعظم ہوتا ہے۔ مجلس خاص چیدہ اشخاص کی تھی۔ اچھا اثر ہوا۔ لیکچر کے بعد منتظم لیکچر نے اچانک مجھ سے بھی کہا کہ تم بھی کچھ بولو۔ لہذا میں نے بھی چند الفاظ کہے۔

اسلام اور عیسائیت

اتوار کے روز گیارہ بجے سے لیکر دو بجے تک جو جلسہ ہوتا ہے۔ وہ باقاعدہ ہوا۔ قریباً ۵۰ اشخاص حاضر تھے۔ باقاعدہ تعلیم و تربیت کے علاوہ حضرت مفتی صاحب نے ایک عام اسلامی وعظ کیا۔ اس کے بعد میں نے حضرت مفتی صاحب کے ارشاد کے ماتحت ایک مختصر سی تقریر کی۔ اسکے بعد ساڑھے تین بجے حضرت مفتی صاحب کا لیکچر ایک تعلیمی سوسائٹی میں تھا جس کا موضوع "اسلام اور عیسائیت اور رنگدار لوگ" کامل ایک گھنٹہ تک آپ اس موضوع پر لیکچر فرماتے رہے۔ خاص طور پر آپ نے اس امر پر زور دیا کہ دنیا عملاً اسوقت اسلام کے احکام پر عمل کر رہی ہے اور عیسائیت کو چھوڑ رہی ہے۔ خاص کر کے خود حفاظتی نکاح۔ لین دین۔ طریق معاشرت۔ نظم و نسق انتظام سلطنت۔ تعلیم و تربیت۔ حسن سلوک وغیرہ انسان کے تعلقات انسان سے۔ یہ لیکچر اپنے رنگ کا ایک خاص لیکچر تھا۔ سامعین کی تعداد سو سے اتنی سے متجاوز تھی۔ ہال میں جس قدر گنجائش تھی۔ وہ سب بھری ہوئی تھی۔ اسکے بعد سوالات کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہوا۔ جو چھ بجے تک جاری رہا۔ اس لیکچر کا خاص اثر ہوا۔ اور امید کی جاتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کئی ایک نوجوان فائدہ اٹھائینگے۔ ایک سن رسیدہ اور صاحب حیثیت و تعلیم یافتہ نے بعد میں اٹھ کر اس رنگ میں اپنا شکریہ ادا کیا۔ کہ جس سے امید کی جاتی ہے۔ کہ وہ تھوڑے ہی دن میں انشاء اللہ سلسلہ حقہ میں داخل ہو جائیگا۔ اس نے علی الاعلان کہا کہ عیسائیت نے آج کے دن تک ہمیں دھوکہ میں رکھا اور اب اگر دنیا میں ہم کسی چیز سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ تو وہ اسلام ہے۔ جو حضرت مفتی صاحب نے پیش کیا۔ چونکہ سلسلہ سوالات میں ہر ایک قسم کے سوالات تھے۔ اس نے اپنے بعض احباب پر سے شکایت بھی کی کہ بے تعلق سوالات کر کے انہوں نے اور مفید باتوں کے سننے سے اپنے آپ کو محروم رکھا۔ بہرحال علاوہ اور لوگوں کے اس نے اور اس کی بیوی نے ہمارے آیندہ اجلاس میں آنے کا ارادہ ظاہر کیا۔

امریکہ کی "ہندوستان ایسوسی ایشن" میں لیکچر

اسی رات ۸ بجے حضرت مفتی صاحب کا لیکچر ہندوستان ایسوسی ایشن میں تھا۔ جو قریباً ایک گھنٹہ ٹرام کے فاصلہ پر واقع تھی۔ وہاں بھی آپ نے ایک گھنٹہ اپنے کام پر جو آپ نے امریکہ میں کیا۔ اور کر رہے ہیں۔ اور اسلام اور احمدیت کے متعلق لیکچر دیا۔ اس کے بعد سوالات کا سلسلہ دیر تک رہا۔ یہاں بھی سامعین کی تعداد چالیس سے کم نہ تھی۔ اور سب ہندوستانی نوجوان تھے۔ بعض نے ان میں سے سلسلہ سے بہت دلچسپی ظاہر کی۔ مسلمان تو صرف دو ایک ہی تھے۔ باقی سب ہندو تھے۔ ان کا پریزیڈنٹ ایک ہندو نوجوان بہت ہی خلیق ملنسار اور مہذب تھا۔ اس نے اختتام لیکچر و سلسلہ سوالات پر حضرت مفتی صاحب کا مختصر اور موزون الفاظ میں شکریہ ادا کیا۔

مغرب کی توہم پرستی

بعض لوگ یہاں بڑے قوی دل اور اخلاقی جرأت والے سمجھے جاتے ہیں۔ جو ۱۳ کے عدد کی مخالفت کریں ایسے ۱۳ کا ہندسہ یا دن یا جس پر ۱۳ کا اطلاق ہوتا ہو۔ وہ چیز منحوس سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے ۱۳ کے عدد کو منحوس نہ جاننے والا شاذ و نادر ہی یہاں ملتا ہے۔ اور اگر ملتا ہے۔ تو اخباروں میں اس کا تذکرہ ضرور ہوتا ہے۔ یہ ہے موجودہ تعلیم کی روشنی لارڈ کارنروان جس نے حال میں ہی توتانخاس کی قبر کھدوائی تھی۔ مر گیا ہے۔ اس کے متعلق تمام کا یہی خیال ہے۔ کہ مصر کے بادشاہ نے جس کی قبر اس نے کھدوائی تھی۔ مار ڈالا ہے۔ اور اس کا ایک امریکن رفیق اور ساتھی تھا۔ وہ بھی بیمار تھا۔ اس کی حالت بھی نازک سمجھی جاتی ہے۔ اسپر یہاں کے بڑے بڑے امراء لوگ جن کے گھروں میں دنیا کے عجوبے جمع ہوتے ہیں۔ مصری یادگاریں نکلوا کر عجائب گھروں میں بھجوا رہے ہیں۔ تاکہ وہ آسیب سے بچے رہیں بلکہ بعض کے گھروں میں بعض ایسے کارنامے ان اشیاء کی طرف منسوب کئے جا رہے ہیں۔ کہ حیرت ہوتی ہے کہ تمام نیچر کے فتح کرنے کے مدعی اسقدر توہم پرست کس طرح ہو گئے۔ کہ رات کو اگر ہوا سے ذرا کوئی چیز ہلے۔ تو اس کو بھوت پریت خیال کرنے لگ جاتے ہیں۔ ساتھ ہی اس کے الہ دین کے لمپ کا نظارہ بھی یہاں نظر آتا ہے۔ چار منزل کے دوہرے تیرے مکانات بنیادوں سے اکھاڑ کر صحیح و سلامت ایک جگہ سے اٹھا کر میلوں کے فاصلہ پر دوسری جگہ پر جا کر نصب کر دئے جاتے ہیں۔ اور مجال ہے کہ ایک بال برابر بھی فرق پڑے یا اینٹ ہل جاوے یہ مادی ترقی بھی ساتھ ساتھ ہے۔ مگر بھوت پرستی خوب ترقی پر ہے۔

طالب دعا:۔ خاکسار محمد دین از شکاگو۔ ۱۰ اپریل ۲۳ء

موضع دلیہ کے ملکانے اور احمدی مبلغ

ہمارے احباب ملکانوں میں کس طرح کام کرتے ہیں۔ اور ان پر ہمارے احباب کا کیا اثر ہے۔ اس کا پتہ ذیل کے بیان سے لگ سکتا ہے۔ جو ملکانوں ہی کی زبان میں ہمیں موصول ہوا ہے۔ (الفضل)

"مولبی صاحب ہم کبھو شدھ ناہیں ہوئیں انشاء اللہ تعالیٰ ہمارو نام اکھبار میں کٹوائے دیو۔ اور ہم پنجاب بٹالے پیر صاحب کو شکریہ کرت ہیں۔ جنھوں نے ہماری ایسے سخت میں کھبر لی کہ ہم دوزخ کے کنارے پہنچ چکے تھے۔ مولبی وزیر محمد قادیانی کے آنے پر گو ہم نے اول اول بے علمی میں تکلیفیں دیں۔ مگر پھر کسی کامل پیر کو چیلو تھو۔ ہماری سختیوں کا نرمی سے جواب دیتا..."

العبد [illegible] خان

عازمان ملکانہ مجاہدین یاد رکھیں

نئے آنیوالے مبلغین کو یاد رہے کہ گھر سے نکلتے وقت اپنے ساتھ ضروری اشیاء لیتے آویں۔ یعنی چاقو کھانا پکانے کے برتن وغیرہ۔ اکثر جگہوں پر اگر ایسے سامان کے بغیر مشکل پڑ جاتی ہے۔ فضل الدین بحکم امیر وفد المجاہدین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان - مورخہ ۱۱ر جون سنہ ۱۹۲۳ء

مسلمان ہندوؤں سے چھوت چھات نہیں کرنا چاہتے لیکن ہندو انہیں مجبور کر رہے ہیں

جب ہندو مسلمانوں سے چھوت کرتے ہیں تو کیوں مسلمان ان سے نہ کریں

ہندو مذہب کے دو وکیلوں میں اختلاف

آٹھ صدیوں سے زیادہ عرصہ گذر رہا ہے کہ مسلمان ہندوستان میں آئے۔ اور یہیں کے ہو رہے۔ مسلمان بادشاہوں نے اپنے اپنے وقت میں اس اُجڑے دیار کو آباد کرنے کے لئے اپنی پوری قابلیت سے کام لیا۔ مگر باوجود اس کے آج سے چار صد سال قبل جب ظہیر الدین بابر بادشاہ ہندوستان میں آتا ہے۔ تو اس ملک کو اس کے قدیم باشندوں کو کس حال میں پاتا ہے اور اس کا نقشہ اپنی تزک میں ان الفاظ میں کھینچتا ہے۔

ہندوستان میں نہ اچھے گھوڑے ہیں نہ اچھا گوشت۔ نہ انگور ہے نہ خربوزہ۔ نہ برف ہے نہ ٹھنڈا پانی۔ نہ حمام ہے نہ مدرسہ۔ نہ شمع ہے نہ مشعل نہ شمعدان۔ شمع کی بجائے ڈیوٹ ہوتا ہے۔ جس کے تین پیر ہوتے ہیں ایک پیر میں چراغدان کے منہ کی شکل کا ایک لوہا لکڑی میں جڑ کر لگا دیتے ہیں۔ ایک تاریک روشنی کی بتی دوسرے پیر میں ہوتی ہے۔ دہنے ہاتھ میں ایک کدو کی تونبی ہوتی ہے جسمیں ایک تنگ سوراخ ہوتا ہے۔ اسی سوراخ میں سے تھوڑا تھوڑا تیل رستا رہتا ہے۔ اگر رات کے وقت راجوں مہاراجوں کو روشنی سے کام کرنا پڑتا ہے تو نوکر جاکر یہی بھدی اور تاریک ڈیوٹ لیکر ان کے پاس آکر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ باغوں اور عمارتوں میں نہ آب رواں ہے۔ نہ عمارتوں میں صفائی نہ ترتیب نہ تناسب۔ نہ ہوا آتی ہے۔ عوام ننگے پاؤں لنگوٹی باندھے پھرتے ہیں۔ عورتیں اس طرح لنگی باندھتی ہیں کہ آدھی کمر کے گرد لپیٹتی ہیں۔ اور آدھی سر پر ڈال لیتی ہیں۔

اگر اس کا نقشہ اب بھی دیکھنا ہے تو جگنا تھ جی یا اس کی سیر کرو۔ جہاں اب تک ہندو رقص عریانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

یہ حالت تھی جو چار صدیوں کی متواتر اسلامی کوششوں کے بعد ہندوستان کی تھی۔ مگر بعد میں آنے والے مسلمان بادشاہوں نے اس نقشہ کو بدل دیا۔ اور عروج کیوقت ہندوؤں کو دولت دی۔ عزت دی۔ رتبہ دیا۔ شان دی۔ عہدے دئے۔ ملک دئے۔ غرض ہر ایک وہ چیز دی۔ جس نے ہندوؤں اور ہندوستان کی عظمت کو دوبالا کر دیا۔ لیکن یہ قوم بھی ایسی ناشکری اور ناسپاس ہے کہ جس برتن میں انہوں نے کھایا۔ اسی میں چھید ڈالا۔ جو ہاتھ ہمیشہ ان پر شفقت اور عطا و نوال کے اٹھتا رہا۔ انہوں نے ہر ایک موقع پر اسی کو کاٹا اور زخم پہنچایا۔ مسلمانوں کے عروج کے زمانہ میں ان کے قلوب کی جو حالت تھی۔ وہ دُنیا سے پوشیدہ نہیں۔ مگر مسلمانوں کے احسانات کا یہ پلہ اتنا بھاری تھا کہ ہندوؤں نے باوجود مسلمانوں سے بغض و حسد رکھنے کے اتنا ضرور کیا۔ کہ اپنے محسنوں کو اپنی دامادی کا شرف بخشا۔ اور ہندو شرفا نے اپنے جگر کے ٹکڑے یعنی اپنی بلند اقبال راجکماریاں مسلمان بادشاہوں کے نکاحوں میں دیں۔ جو دلیل ہے اس امر کی کہ ہندو درحقیقت مسلمانوں کو ناپاک نہیں سمجھتے تھے۔ ورنہ وہ کبھی اپنی راجکماریاں مسلمان بادشاہوں کی زوجیت میں نہ دیتے۔ ہاں حالات کے ساتھ ان کے خیالات ضرور بدل گئے۔ وہی مسلمان جو کل تک ہندوؤں کے داماد ہو سکتے تھے۔ آج خیالات کے بدلنے سے ناپاک ہو گئے۔

جب مسلمانوں کا دور اقبال تھا۔ مسلمان ملیچھ نہ تھے جابر نہ تھے۔ اشد نہ تھے۔ اسی لئے خالص ہندو راجے مہاراجے جن کا خون سینکڑوں پشتوں سے خالص چلا آتا تھا۔ اس بات میں فخر سمجھتے تھے کہ مسلمان بادشاہ ان کے داماد ہوں۔ اور یہ ان کے سسرال کہلائیں۔ مگر زمانہ نے پلٹا کھایا۔ مسلمانوں کا اقبال ادبار سے بدل گیا۔ وہی مسلمان جو کل تک باوجود مسلمان ہونے کے مقدس اور معزز ہندوؤں کے داماد ہو سکتے تھے۔ ملیچھ، ناپاک اور گندے اور ذلیل اور حقیر اور ادنیٰ اور اچھوت ہو گئے۔ مسلمانوں سے حکومت نے کیا آنکھیں پھیریں کہ دُنیا ہی بدل گئی۔ گو رسم پرست ہندو اس وقت بھی مسلمانوں سے چھوت چھات کرتے تھے۔ مگر پھر تو چھوت چھات کا طوفان آ گیا۔ حتیٰ کہ یہ نوبت پہنچ گئی۔ کہ مسلمانوں کا نوشتہ تک دیکھنا ناگوار ہو گیا۔ ان کا سایہ آسیب کا سایہ ہو گیا۔ ان کا چھو جانا گویا زہر کا چھو جانا سمجھا جانے لگا۔ مسلمان کا سایہ پڑ جائے۔ تب ہندو اشنان کرنے پر مجبور۔ مسلمان چھو جائے۔ تو ہندو بھوکوں مرنا پسند کرے۔ لیکن کھانا نہ کھائے۔ جب تک مسلمان کے چھو جانے کے زہر کو غسل اور اشنان کے ذریعہ دور نہ کر لے (کیسری)۔ ابھی پہلے یہ جذبہ اپنے اندر صرف معنے حقارت ہی رکھتا تھا۔ مگر اس ہتھیار نے ہندوؤں کی جیبیں بھرنی شروع کر دیں۔ مسلمانوں نے قدیم تعلقات کو نبھایا

اور ہندوؤں کو اسی نظر سے دیکھا جس نظر سے پہلے دیکھتے تھے۔ اس لئے دریا دلی سے اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی ہندوؤں کی جھولیوں میں ڈالتے رہے۔ مگر ہندوؤں نے ان تمام تعلقات کو بھلا دیا۔ اور نفرت اور حقارت کے مجسمہ بن گئے۔ اور اس عہد پر قائم ہو گئے کہ مسلمانوں سے ایک پیسہ کا سودا نہیں خریدینگے۔ اپنی دولت اپنے قبضہ میں تو رکھینگے ہی۔ مسلمانوں کی دولت بھی ان کے قبضہ میں نہیں رہنے دینگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان تو خواب محبت ہی میں سرمست رہے۔ اور ہندو مسلمانوں کا تازہ اور گرم گرم خون چوس چوس کر جونک کی طرح پھولتے گئے۔ حتیٰ کہ وہ وقت آپہنچا کہ اپنی اس چھوت چھات کے نسخہ کی کامیابی کا اعلان ہندوؤں نے ان الفاظ میں کر دیا :-

"جب سے مسلمانوں نے ہندوؤں کے وطن ہندوستان پر چھاپا مارا ہے ان کے اور ہندوؤں کے درمیان برابر جد و جہد جاری ہے۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کی سوشل اور مذہبی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر ان کی گردنوں پر اپنی تلوار کو خوب تیز کیا ہے مگر ہندوؤں نے اپنے سوشل اور مذہبی حقوق کو قطعی طور پر پامال نہ ہونے دیا۔ پولیٹیکل طور پر مسلمانوں کے بالکل غلام ہو جانے کے باوجود انھوں نے چھوت چھات کا ایک سوشل مسئلہ نکالا کہ مسلمانوں کو پولیٹیکل طور پر زبردست ہوتے ہوئے بھی ہندوؤں کی بزرگی کا سکہ ماننا پڑا۔ اور ہندوؤں نے مسلمانوں کو سوشل اور مذہبی طور پر اپنے سے کمتر ثابت کر کے اپنی دھارمک بزرگی قائم رکھی۔"

(کیسری ۱۹ ؍ مئی)

پانی سر سے گذر گیا۔ مسلمان بھی غفلت کی نیند سے بیدار ہونے لگے۔ انہوں نے بھی اسی نسخہ کو ہاتھ میں لیا۔ جو ہندوؤں کی دھارمک بزرگی قائم کرنیوالا تھا۔ ہم نے مسلمانوں کو بتایا کہ اس ذلت کے داغ کو جو تمہارے ماتھے پر ہندو لگا رہے ہیں۔ دور کرو۔ اپنے کیسہ کی حفاظت کرو۔ مسلم پریس نے اس ضرورت کو تسلیم کیا۔ ہندو گھبرا اٹھے۔ اور اپنے ہی ہتھیار کو اپنے خلاف اٹھتا دیکھ کر چیخ اٹھے۔ یہی کیسری جو ہندوؤں کی چھوت چھات کو اتنا اہم اور کار آمد ہتھیار اور کاری حربہ مسلمانوں کے خلاف سمجھتا ہے۔ ہمارے مضمون کے جواب میں لکھتا ہے کہ :-

"ہندوؤں کے خلاف مسلمانوں کو کس طرح بھڑکایا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کے لئے ہندو چوہڑوں سے بھی بدتر قرار دئے گئے۔

اخبار الفضل کی نہایت ہی اشتعال انگیز تحریر"

(کیسری یکم جون)

کیسری کا دعویٰ ہے کہ چھوت چھات مسلمانوں پر ہندوؤں کی فضیلت ثابت کرنے کیلئے ہے۔ ہم اس بات کو مانتے ہیں۔ لیکن اگر ہم نے بھی اپنے مسلمان بھائیوں کو یہی مشورہ دیا۔ کہ تم بھی ہندوؤں کے اس مجرب نسخہ کو خود انہی کے متعلق استعمال کرو۔ کیسری ہی بتائے۔ یہ ہماری شرارت کیسے ہو گئی۔ ہم نے ہندوؤں کے خلاف مسلمانوں کو کہاں بھڑکایا۔ اور ہمارا یہ مشورہ کس قانون سے اشتعال انگیز تحریر بن گیا۔ کیا اس کے صاف یہ معنے نہیں۔ کہ کیسری ان لوگوں میں سے ہے۔ جو کہا کرتے ہیں "ماں ری ماں اگر میرا ہاتھ کوئی نہ پکڑے۔ تو دلی تک مارتا چلا جاؤں"

ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے والے کیسری کا چھوت چھات کے متعلق جو خیال ہے۔ وہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اب مہاشہ کرشن کی باری آئی ہے۔ آپ کیسری کی طرح اس چھوت چھات کے مسئلہ کو ہندوؤں کی فضیلت ثابت کرنے کا آلہ قرار نہیں دیتے (گو شد و مد سے اسپر عامل ضرور ہیں) بلکہ بالکل اس کے برعکس ہندوؤں کو تباہ کرنے والا مرض کہنہ بتلاتے ہیں۔ کیسری جی فرماتے ہیں۔ کہ چھوت چھات نے ہندوؤں کی بزرگی قائم کر دی۔ اور آج بھی ہندو اتنے متعصب ہیں کہ اگر کسی ہندو کو مسلمان چھو گیا ہو۔ تو وہ بھوجن کھانا مہا پاپ سمجھتا ہے۔ جب تک اشنان نہ کرلے لیکن ہندوؤں کے دوسرے وکیل پرتاپ کے بھائی پرکاش نے جو کرشن جی کی ایڈیٹری میں مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کے دلوں میں زہر بھرنے میں۔ پیش پیش ہے۔ یہ فرمایا ہے کہ :-

"کیا ہندو جو خرابیاں ترک کرتے جائینگے۔ الفضل مسلمانوں کو انکو اختیار کرنے کا مشورہ دیتا جائیگا۔ اگر ایسا ہے۔ تو ایسے دوستوں کی موجودگی میں مسلمانوں کو دشمنوں کی کیا ضرورت ہے۔" (پرکاش ۳ ؍ جون ۱۹۲۳ء)

ہمیں خوشی ہوئی کہ پرکاش نے چھوت چھات کو خرابی قرار دیا ہے مگر کیا کیجئے ہندوؤں کے دو وکیل ہمارے سامنے ہیں۔ ایک اتنا سرگرم ہے کہ روزانہ ہندوؤں کی جنبہ داری کرتا ہے دوسرا وہ جو ہفتہ وار آواز اٹھاتا ہے۔ اسلئے ہمدردی اور محنت کے لحاظ سے کیسری ہی کا بیان مقدم سمجھا جائیگا اور پرکاش کا بیان بے خبری پر محمول ہوگا۔ لیکن اس بارہ میں ہمیں سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔ پرکاش کو کیسری سے فیصلہ کرنا چاہیئے کہ اس نے اس خرابی کو کیوں ہندوؤں کی فضیلت کا بہترین آلہ بتایا۔

تجربہ شاہد ہے کہ پرکاش کا بیان درست نہیں کیسری کا بیان واقعات کے مطابق ہے۔ اسلئے واقعہ یہی ہے کہ مسلمانوں نے اس بارہ میں پہل نہیں کی۔ وہ صدیوں سے اس ذلت کو گوارا کرتے رہے ہیں۔ مالی نقصان اٹھاتے رہے ہیں مگر اب بیدار ہو کر اس ذلت کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اس سوراخ سے وہ کاٹے نہیں جا سکتے جس سے پہلے کاٹے گئے ہیں۔ یہ ہندوؤں کے اپنے فعل کا نتیجہ ہے۔ کہ آج مسلمان ان کو اس ذلت کا احساس کرانا چاہتے ہیں۔ جو ہندو مسلمانوں سے کرتے رہے ہیں۔ اور کر رہے ہیں۔ پس کیسری اور پرکاش کا رونا اور سر دھننا اور ایڈیٹر الفضل کو گالیاں دینا اور غصے میں لال پیلے ہونا عبث ہے۔ یہ تو تمہارے افعال کا نتیجہ ہے۔ تم کیوں مسلمانوں سے ہتک آمیز اور ذلیل سلوک کرتے ہو۔ اپنے رویہ پر قائم رہ کر مسلمانوں سے یہ توقع کرنا کہ وہ تمہاری جوتی تلے سر جھکائے رکھینگے۔ خیال خام ہے۔

مسلمانوں کو یاد رہے کہ جب تک ہندو چھوت چھات کو مسلمانوں سے قطعی نہ چھوڑدینگے۔ اسوقت تک حقیقی اتفاق میں آکر مسلمانوں کا ہندوؤں کے ہاتھوں پہلے کی طرح ذلیل ہوتے رہنا انکی قومی زندگی کے لئے پیام اجل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

ہر ایک کامیابی کیلئے قربانی ضروری ہے

بشارات کی آمد

قربانیوں کی ضرورت

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

یکم جون سنہ ۱۹۲۳ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا -

درس کے اجرا کا اعلان پہلے تو میں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ عصر کے بعد جو درس میں دیا کرتا تھا - اور جو رمضان سے کچھ دن پہلے بوجہ علالت بند ہو گیا تھا - اور رمضان میں چونکہ سارے قرآن کریم کا درس دینا میں نے حافظ روشن علی صاحب کے سپرد کیا ہوا ہے - اس لئے میرا درس رکا رہا - اور رمضان کے بعد بھی رکا رہا - چونکہ ہفتہ کے دن عورتوں کا درس دیتا ہوں - گلے میں تکلیف ہونے کے باعث پہلے ہی دن دو دونوں درس نہیں ہو سکتے - اس لئے ارادہ ہے - کہ اتوار کے دن سے وہ درس شروع کیا جائے

کامیابی کیلئے قربانی ضروری ہے اس کے بعد میں اپنی جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ تمام قسم کی قربانیاں قربانی چاہتی ہیں - وہ کامیابی جس کے لئے اللہ تعالے نے انسان کو پیدا کیا ہے - وہ اللہ تعالے کا مقصد ہے - مگر اس کے لئے بھی بتایا ہے - کہ قربانی کی ضرورت ہے - وہ کامیابی کیا ہے - جس کے لئے اللہ تعالے نے بندے کو پیدا کیا ہے - وہ اللہ تعالے کا بندے سے تعلق کرنا ہے - لیکن اس کے لئے بھی کتنی فرمانبرداری کی ضرورت ہے - جب تک انسان ایاک نعبد کے مقام پر نہ پہونچے اھدنا الصراط المستقیم پر نہیں پہنچتا - کامل عبودیت اور کلی طور پر جھک جانا - یہ دو باتیں ہیں - جن کے بعد بندہ انعام کا مستحق ہوتا ہے - ایاک نعبد میں عملاً غلام بننے پر دلالت ہے - ہو سکتا ہے کہ ایک شخص عملاً غلام ہو - مگر دل میں خیالات مخالف ہوں - لوگ آباؤ واجداد سے سن سنا کر حج و زکوٰۃ اور شریعت کی دوسری باتوں کو بجا لاتے ہیں - مگر جب تک خود ان کو ایمان نہ ہو - اور ان کے خیالات پاک نہ ہوں ایسا ہو سکتا ہے کہ ظاہر میں عبد ہوں لیکن دل دوسری طرف جھکا ہوا ہو - تو عبودیت نہیں کہلا سکتی عبودیت یہی ہے کہ دل بھی خدا کی طرف جھکا ہوا ہو - اگر کوئی ہستی نظر آتی ہو تو خدا کی ہستی نظر آتی ہو - اس کے سوا کوئی خیال نہ ہو - استعانت الفاظ کو چاہتی ہے - کیونکہ خواہش اظہار کو چاہتی ہے - جب انسان اپنے خیالات اعمال اقوال سب کچھ خدا کی رضا کے لئے قربان کردے - تب وہ حقیقی عبد کہلانے کا مستحق ہوتا ہے

غرض وہ مقصد جس کے لئے خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے - وہ بھی بغیر قربانی کے حاصل نہیں ہو سکتا - تو دیگر امور خواہ دینی ہوں یا دنیاوی - کوئی ترقی ہو دینی یا دنیاوی اس کے لئے کیسے قربانی کی ضرورت نہیں ہو سکتی

غلط ہے کہ امیر کا بیٹا قربانی کئے ترقی کر سکتا ہے بعض کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا - کہ کہاں قربانی ہر ایک قسم کی ترقی کے لئے ضروری ہوتی ہے - ایک امیر کا بیٹا امیر ہوتا ہے - بلا محنت مال و دولت کا وارث ہو جاتا ہے - مگر میں کہتا ہوں کہ یہ ترقی نہیں اگر امیر باپ کا بیٹا اس دولت میں اضافہ کرتا ہے - تو اس کو قربانی ضرور کرنی پڑتی ہے - اور اگر اضافہ نہیں کرتا تو اس درجہ سے تنزل کرتا ہے - جس پر اس کا باپ ہوتا ہے

پس امراء کے بیٹوں کا اپنے آباء کی دولت پر قابض ہونا اس امر کی دلیل نہیں کہ انہوں نے بغیر قربانی کے ترقی کرلی ہے - کیونکہ دیکھنا یہ ہے کہ وہ جس حالت میں تھے - اس سے انہوں نے ترقی کی ہے یا تنزل - جب غور کیا جائیگا - تو معلوم ہوگا - کہ ترقی کی بجائے وہ تنزل کر رہے ہوتے ہیں - جو قربانی نہیں کرتے - غرض مقصد کے لئے قربانی کرنی ضروری ہے - کیونکہ مقصد کہتے ہیں آئندہ حاصل ہونے والی چیز کو - اور وہ بھی حاصل ہو سکتی ہے - جب قربانی کی جاوے - پس کوئی چیز بغیر قربانی کئے حاصل نہیں ہو سکتی -

ہماری غرض اشاعت اسلام ہے ہم بھی ایک غرض کیلئے کھڑے ہوئے ہیں - کہ دنیا میں خدا کے نام کو پھیلائیں - اشاعت اسلام کریں - ہمارا فرض ہے کہ اس غرض کے پورے کرنے کے لئے ہر قسم کی قربانی کریں ورنہ کامیاب نہیں ہو سکتے - بہت سے دوست ہیں - جن کے دل میں جوش ہوتا ہے - وہ کوشش بھی کرتے ہیں - لیکن انہوں نے سمجھا نہیں ہوتا کہ کتنا کام ہے - اس لئے وہ صحیح تدبیر نہیں کر سکتے ایسا تو کم کوئی شخص ہوگا کہ وہ احمدی ہو اور اس کے دل میں خدمت دین کا جوش نہ ہو - اور احمدی جماعت میں کم ہی کوئی شخص ہوگا کہ اس نے کوئی قربانی نہیں کی - لیکن خالی قربانی کافی نہیں ہو سکتی بلکہ کامیابی اس طرح ہو سکتی ہے - کہ قربانی مقصد کے مطابق ہو - مثلاً ایک شخص پڑھتا ہے - وہ ایک گھنٹہ بھر پڑھتا ہے - مگر امتحان میں کامیاب ہونے کے لئے اس کی ایک گھنٹہ کی قربانی کافی نہیں ہو سکتی - بلکہ پاس ہونے کے لئے ضروری ہے کہ سات آٹھ گھنٹہ پڑھائی پر قربان کرے تب وہ پاس ہو سکتا ہے -

مسلمانوں کی حالت دیکھو ابھی تک غیروں کو اسلام میں لانا تو الگ رہا - ابھی تک وہ لوگ بھی جماعت میں سب کے سب داخل نہیں ہوئے جو اسلام کے مدعی ہیں - محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنے کے مدعی ہیں - قرآن کو ماننے کے مدعی ہیں - اور مدعی ہیں - کہ اسلام کیلئے قربانی کریں -

اب تک ہم ان مدعیان اسلام کو بھی سچے طور پر خادم اسلام نہیں بنا سکے۔ اور ہندوؤں میں سے تو بہت ہی کم لوگ ہیں جو اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ یہی وجہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فتنہ ارتداد کھڑا کر دیا ہے تاکہ وہ بتائے کہ تم کدھر جاتے ہو۔ وہ لوگ جو اسلام میں داخل تو تھے۔ مگر بیمار تھے۔ وہ مرتد ہونے لگے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان لوگوں میں سوائے اسلام کے نام کے اور کچھ نہیں۔ مگر ان پر کیا موقوف ہے۔ ہر جگہ عموماً یہی حالت ہے۔ کہ لوگ اسلام سے بے خبر ہیں۔ اور تو اور عربوں کی بھی یہی حالت ہے۔ حضرت خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ان کے استاد نے بتایا کہ عرب زندہ جانور کا گوشت کاٹ کر پکا لیتے تھے حالانکہ زندہ جانور کا گوشت کاٹ کر پکانا ظلم ہے۔ مگر عرب اسی بے خبری میں مبتلا ہیں۔

تازیانۂ عبرت

اس میں شبہ نہیں کہ ملکانہ لوگ برائے نام مسلمان ہیں۔ ان میں بہت سی ہندوانہ رسوم ہیں۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ وہ مسلمانوں کا حصہ نہیں تھے۔ گو وہ غیر احمدی ہیں۔ مگر وہ مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اس لئے میں نے ان کی حفاظت کے خیال کو چھوڑ نہیں دیا۔ کیونکہ یہ ایک تازیانہ عبرت ہے۔ وہ مسلمان کہلاتے ہیں۔ ان کا ارتداد ہمارے دل کو خون کر رہا ہے۔ ہم بھی ذمہ وار ہیں۔ ایک عورت کے خواہ کتنے بچے ہوں وہ ایک کے مرنے پر مطمئن اور صابر ہو کر نہیں بیٹھ سکتی ایک دفعہ ضرور اس کو دھکا لگتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کون صابر ہو سکتا ہے۔

صبر و سکون کی حد

آپ کا ایک نواسہ فوت ہونے لگا۔ آپ کو آپ کی بیٹی نے بلالیا۔ آپ اس کی جان کنی دیکھ کر چشم پر آب ہو گئے ایک صحابی جنہوں نے صبر کی تعلیم سنی ہوئی تھی۔ کہا حضور آپ کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے دل میں شفقت ہے۔ غرض دل پر صدمہ محسوس ہوا کرتا ہے۔ جس شخص کے دل پر صدمہ محسوس نہ ہو سمجھو کہ اس کا دل مر گیا ہے۔ اگر کسی شخص کا بچہ ڈوب رہا ہو۔ یا مر رہا ہو یا آگ میں پڑا ہو اس کا کس قدر صدمہ ہوگا؟ تو کیا ہم دیکھ سکتے ہیں۔ کہ وہ ہزاروں لوگ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہیں آپ کی ذریت سے نکل جائیں اور آپ کو گالیاں دینے لگ جائیں۔ اس کو ہم برداشت کر سکتے ہیں۔ جو دل ایک شخص کی مصیبت کو برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ ہزاروں کی مصیبت کو کیسے برداشت کر سکتا ہے۔ اگر کسی شخص کو اتنے بڑے سانحہ سے صدمہ نہیں ہوتا تو عدم احساس صدمہ دو حال سے خالی نہیں۔ ایک کفر کی علامت ہے۔ کہ ہمیں نعوذ باللہ اسلام سے محبت نہ ہو۔ کیونکہ اگر کسی سے محبت ہو تو ہو نہیں سکتا کہ اس کی مصیبت کا ہمیں احساس نہ ہو۔ اگر ہم اپنے محسن یا ہم شہر ہم محلہ کی تکلیف کو بھی محسوس نہ کریں۔ تو اس کے یہ معنے ہوں گے۔ کہ ہمارے اعصاب میں نقص ہے غرض یہ حالت دو حال سے خالی نہیں۔ اول کفر ہے بیدینی ہے۔ اگر کسی سے بھی محبت اور درد کا احساس نہیں تو یہ جنون کی علامت ہوگی۔ ممکن نہیں سچا مسلمان ہو اور اس کو احساس نہ ہو۔ صبر کر کے بیٹھنے کا یہ موقع نہیں۔ کہ مصیبت آ گئی ہو۔ اور ہم مصیبت زدہ کو مصیبت سے نہ بچائیں۔ (کوئی شخص خطبہ میں بولا تھا فرمایا کہ خطبہ میں نہیں بولا کرتے)

غرض یہ موقع ایسا نہیں جو صبر کا موقع ہو۔ نہ ایسا ہے کہ اس پر قربانی سے بچنا چاہئے۔ بلکہ یہی وہ موقع ہے۔ کہ اس پر ہر قسم کی قربانی کی ضرورت ہے۔ اور ہر قسم کی قربانی کرنے والا ہی مستحق انعام ہو سکتا ہے آگرہ میں بہت سی جماعتوں کے لوگ گئے اور رمضان سے پہلے یا رمضان کے بعد واپس آ گئے۔ اور کچھ ایسے ہیں جو ایک دن وہاں رہے۔ اور اخبارات میں اعلان کر دیا۔ یہ دین سے تمسخر ہی اور نمود کی خواہش ہے۔ اگر کام کرنا ضروری ہے۔ تو اس کو کرنے کی طرح کرنا چاہئے۔ اور اگر کرنا ضروری نہیں۔ تو نہیں کرنا چاہئے۔

ہمارا کام کب ختم ہوتا ہے

ہمارا کام ختم نہیں ہو سکتا جب تک مرتد اسلام میں واپس نہ آجائیں بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جب تک ساری دنیا اسلام کے جھنڈے تلے نہ آجائے اس وقت تک ہمارا کام ختم نہیں ہوتا۔ میں نے جب اس کام کے شروع کرنے کے متعلق درس میں اعلان کیا تھا کہ خدا کے فرستادوں کی جماعتیں جب کسی کام کو شروع کرتی ہیں۔ تو نہیں لوٹتیں جب تک کامیاب نہ ہوں یا اسی کام پر مر نہ جائیں۔ پس ہماری جماعت کا فرض ہے۔ کہ وہ اس کام میں پوری ہمت صرف کرے۔ اگر ہمارے مرد خدمت دین میں مر جاتے ہیں۔ تو ہماری عورتوں کا فرض ہوگا۔ کہ وہ اٹھیں اور خدمت اسلام کریں۔ اگر عورتیں بھی مر جائیں تو ہمارے بچوں کو چاہیئے کہ وہ اٹھیں اور کام کریں جب تک یہ حالت اور جذبہ ہماری جماعت میں نہیں ہوتا تو ہم نقال اور بھانڈ ہوں گے۔ جو بنیوں کی جماعتوں کی نقل کرتے ہیں۔

جب خدا نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اس کے بھولے ہوئے بندوں کو اس کے قدموں میں لائیں۔ اور اس کام میں جان دیں۔ یا فتح و ظفر کے جھنڈے اڑائیں۔ اشاعت اسلام کے بارے میں ملکانوں کی خصوصیت نہیں ہے۔ بلکہ ساری انسانی آبادی کو خدا کی عبودیت میں لائیں۔ جب تک یہ کام نہ ہو چکے ہمارا فرض ہے کہ جدوجہد کریں۔ جب تک خود زندہ ہیں۔ اور پھر ہماری اولاد پر جدوجہد فرض ہے۔ جب تک وہ زندہ ہے۔ اور یہ سلسلہ چلتا چلا جائے جب تک کہ دنیا سے شیطان مٹ نہیں جاتا جب تک یہ مقصد حاصل نہیں ہو جاتا۔ ہمارے لئے کوئی آرام نہیں۔ دنیا کام کی جگہ ہے آرام کی جگہ عقبیٰ ہے۔

میرے نزدیک یہ کام اب شروع ہوا ہے۔ اور کامیابی انشاء اللہ ہمارے ہی لئے ہے۔ کیونکہ ہو نہیں سکتا کہ ایک شخص خدا کے لئے اٹھے۔ اور خدا اس کو چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ غیور ہے۔ غیرت مند انسان اپنا کام کرنے والے کو نہیں چھوڑتا۔ پھر خدا کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ کیا جب ہم خدا کے لئے نکلے ہیں اور ہماری غرض اس کے سوا کچھ نہیں۔ کہ دنیا اس کی عبودیت میں آجائے تو ہم امید نہیں بلکہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ وہ ہمیں نہیں چھوڑیگا۔

اور ہمیں ناکام نہیں کریگا ❊

ہماری جماعت کے سوچنے کا یہ سوال نہیں کہ یہ کام کب ختم ہو گا۔ بلکہ یہ ہے کہ وہ سوچیں کہ ان کو مزید کام کب ملیگا۔ ہاں یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے سامنے جو کام آیا ہے۔ اسمیں سے کتنے کو ہم اٹھا سکتے ہیں۔

اکرن میں کامیابی

اسوقت کام ایک خاص صورت اختیار کر رہا ہے۔ ہمیں صرف آریوں ہی سے مقابلہ نہیں۔ علماء سے بھی ہے کہ انھوں نے آریوں کو چھوڑ کر ہمارا مقابلہ ضروری خیال کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ آریہ ہونا چوہڑے چمار ہونا بہت بہتر ہے بہ نسبت احمدی ہونے کے۔ یہ لوگ ہیں جو ملکانوں کو تبلیغ کرنے گئے ہیں۔ ہمارے میں سے بعض لوگ گھبراتے ہیں۔ مگر میں ان کو بشارت دیتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مخالفین ہمارے راستہ میں روک نہیں ہونگے۔ میں نے ایک رؤیا میں دیکھا ہے۔ اور میرے گھر والوں نے بھی دیکھا ہے۔ کہ ملکانوں کی طرف سے خوشبو آرہی ہے۔ اور ادہر سے خوشی کی آوازیں آرہی ہیں۔

میں نے سمجھا کہ پہلے افسوس کی خبر آئیگی۔ اور اس کے بعد خوشی کی خبریں ملینگی۔ اسیار مرتد ہوا۔ ان کے مرتد ہونے سے افسوس ہوا۔ لیکن مجھے اطلاع دی گئی کہ اس گاؤں کو چھوڑنا نہیں۔ استقلال رکھنا یہ لوٹینگے۔ شرط یہ ہے۔ کہ قربانی کرنی چاہیئے انشاء اللہ اور بھی آئینگے۔ چودہری فتح محمد صاحب ابھی واپس نہیں گئے تھے۔ کہ میں نے ان کو یہ رؤیا سنادی تھی یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ابھی چند ہی دن گذرے ہیں۔ کہ چودہری صاحب واپس گئے ہیں۔ اور آج اطلاع ملی ہے۔ کہ موضع چارلی گنج سارا اور اکرن کے ۳۲ گھر دوبارہ داخل اسلام ہوئے ہیں۔

اکرن کی خصوصیت

یہ وہ مقام ہے۔ جہاں کے ہندو افسران نے پہلے ہمارے مبلغین کی مخالفت کی تھی۔ اور کہا تھا کہ نکل جاؤ۔ ورنہ آوارہ گردی میں تم پر مقدمہ چلایا جائے گا ہماری جماعت خدا کے فضل سے گھبرانے والی نہیں کیونکہ ہم لوگ قانون کے مخالف کوئی کام نہیں کرتے اس لئے تھانیدار کے اس فعل کے خلاف پروٹیسٹ کیا گیا۔ اور ریاست کے دیوان کے پاس وفد گیا اس نے اس کے متعلق یقین دلایا کہ تھانیدار سے بازپرس ہوگی ❊

اکرن کو ایک اور خاص خصوصیت حاصل تھی وہ یہ کہ سارا گاؤں مرتد ہوگیا تھا۔ مگر ایک ۸۰ سالہ بڑھیا مسلمان رہی تھی۔ سارے گاؤں نے اسپر ظلم کیا۔ بیٹوں تک نے بائیکاٹ کیا۔ چنانچہ اس کی فصل تک کاٹنے نہیں دیتے تھے۔ ہم نے تیاری کی تھی کہ اس کی فصل ہمارے مبلغ کاٹیں۔ یا یہاں سے ایک جماعت بھیجیں۔ جو اس کی فصل کاٹ آئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اور سامان کر دیئے۔ اسپر پہرہ رکھا جاتا تھا۔ اس کو مبلغوں سے ملنے نہیں دیا جاتا تھا۔ رات کے بارہ بجے یہ مبلغین کے پاس آتی تھی۔ اور ان کو ملکر خوشی حاصل کرتی تھی۔ اس کو دین کا اتنا جوش تھا۔ کہ میاں یوسف علی صاحب بی اے جو ہماری طرف سے وہاں مبلغ ہیں ان سے اس نے کہا۔ کہ بیٹا اگر تم جو ملکانوں کو دین سکھلانے آئے ہو۔ دین اسلام کو چھوڑ دو۔ تب بھی میں نہیں چھوڑونگی۔ یہ ایک مخلص عورت ہے۔ اور مردوں سے بہادر ہے۔ اب یہی عورت جس کو مرتد ہو کر ملکانے کمزور سمجھتے تھے۔ زیادہ مضبوط ثابت ہوئی۔ یہ لوگ اس کی عزت کرینگے ❊

خوشی کی خبر سے غافل نہیں ہونا چاہیئے

اسیار کے موقع پر ہمیں ایک افسوس پہنچا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں بشارت دی ہے مگر جب تک سارا علاقہ واپس نہ آجائے ہم خوش نہیں ہو سکتے ہم اکرن کے واپس آنے سے زیادہ خوش ہو کر خاموشی اور اطمینان نہیں حاصل کر سکتے۔ کیونکہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ فتح شدہ علاقہ واپس بھی ہو جایا کرتے ہیں بلکہ اب ہماری ذمہ داری بڑھ گئی ہے۔ اس فتح نے موقع کو نازک اور ہماری ذمہ داری کو اہم کر دیا ہے۔ اسلئے آنیوالے خطرات کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے ❊

ہماری جماعت کو چاہیئے خصوصاً قربانی کریں

اس لئے ہماری جماعت کو چاہیئے۔ کہ جن احباب نے اب تک زندگیاں وقف نہیں کیں۔ وہ زندگیاں وقف کریں۔ اور جنھوں نے باوجود استطاعت کے کم از کم سو روپیہ نہیں دیا۔ وہ دیں۔ ہمارے زمیندار بھائیوں نے اب تک اس میں زیادہ حصہ نہیں لیا۔ اور ان کا عذر معقول تھا۔ کہ فصل نہیں اٹھائی تھی۔ اگر پنجاب کی یہ ضرب المثل درست ہے کہ آدھی ذات جاٹ ہے۔ باقی سب راجپوت ہیں۔ اسلئے دوسرے مسلمانوں کی نسبت راجپوتوں کو ان کے بھائیوں کی حالت پر توجہ دلاتا ہوں۔ کہ چندہ دیں۔ اگرچہ ہمارے مبلغین آنریری کام کرتے ہیں۔ اور اس طرح کام کرتے ہیں کہ دوسروں میں اس کی مثال بہت کم مل سکتی ہے۔ اکیلے بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی ہی کے سفروں کو اگر دیکھا جائے۔ تو فی مہینہ ہزاروں میل وہ پیدل سفر کرتے ہیں۔ اور متواتر چار چار دن تک سفر کرتے رہتے ہیں۔ باوجود اس کے انہی سفروں کو دیکھا جائے۔ جو خاص ہماری ہدایت کے ماتحت کئے جاتے ہیں۔ اور کتابیں اور ٹریکٹ اور اشتہارات کے اخراجات کو دیکھا جائے۔ اور ان دو ماہ کے خرچ کی اوسط نکالی جائے۔ تو تین ہزار سے زیادہ خرچ ہو چکا ہے جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ ہمیں کم از کم ۸۰-۹۰ ہزار کی ضرورت ہوگی۔ اگر ہم خاص ہمت اور قربانی سے کام نہ کرینگے۔ تو یہ کام کیسے ہوگا ❊

ہماری حقیر قربانیاں اور خدا تعالیٰ کے کثیر انعامات

اسمیں شک نہیں ہماری جماعت بڑی بڑی قربانیاں کرتی ہے۔ لیکن ان انعامات کے مقابلہ میں جو ہمیں ملینگے۔ اس کو قربانی کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اور مجھے تو پسینہ آجاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ اس کو قربانی قرار دیتا ہے۔ ورنہ سب کچھ اسی کا ہے۔ جو ہم خرچ کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فرشتے بشارتیں بھیج رہے ہیں۔ آج ہی ایک شخص کا ہنوں سے خط ملا ہے جس میں اس نے اپنی ایک رؤیا لکھی ہے کہ روشندان سے ایک لفافہ ملا ہے۔ اور اسمیں لکھا ہے کہ ایک شخص مسلمان ہو گیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرے دل

ڈالا گیا کہ جمعہ کے دن یہ بشارت ملیگی (مفہوم) چنانچہ یہ خوشخبری بھی جمعہ ہی کے دن پہنچی ہے۔ اور بھی لوگوں کو خوشخبریاں ملی ہیں غرض خدا کے فرشتے زور سے کام کر رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں اپنی قربانی کی رفتار کو تیز کر دینا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے کام میں ہماری ہمت میں برکت دے اور ہمیں اپنے فضلوں کا وارث بنائے۔ اور ہم اسکے دین کو دنیا میں پھیلائیں۔ اور قائم کر دیں۔ اور وہ ہم سے خوش ہو جائے۔ اور ہم اس سے راضی ہو جائیں آمین ثم آمین ۔

غیر احمدی علماء کے مقابلہ میں مبلغین جماعت احمدیہ قادیان کی روش اور عملی نمونہ

علاقہ ارتداد میں علماء غیر احمدی جو سلوک ہمارے مبلغین کے ساتھ کر رہے ہیں۔ اس کا کسی قدر ذکر اخبارات میں کیا جا چکا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ متعدد مقامات پر جہاں ہمارے مبلغین مہینوں سے بڑی محنت اور کوشش کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ وہاں مولویوں نے اپنے آدمی بھیجکر ہمارے مبلغین کو ہر طرح تنگ کرنے کے لئے گاؤں کے لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکانے اور گاؤں سے نکال دینے کی کوششیں کیں۔ اس کے مقابلہ میں ہمیں مجبوراً جو روش اختیار کرنی پڑی ہے وہ یہ ہے کہ جس جگہ ہمارے مبلغ کے لئے کام کرنا ان لوگوں نے ناممکن بنا دیا۔ وہاں سے ہم نے اپنے آدمیوں کو واپس بلا لیا ہے۔ اور باوجود اس کے کہ ان مقامات پر کام نہایت قابل اطمینان صورت میں ہمارے مبلغ کر رہے تھے مولوی صاحبان کے مجبور کرنے پر ہم نے ان کو خالی کر دیا ہے۔ چنانچہ تیرہ ضلع متھرا میں جہاں کئی ماہ سے ہمارے آدمی کام کر رہے تھے۔ وہاں جب دیوبندی اور سہارنپوری مولویوں کی مخالفت حد سے بڑھ گئی اور مولویوں نے گاؤں کے لوگوں کو ورغلا کے علاوہ جب یہاں تک کہدیا کہ:۔

"ہم ایک ٹرنک کتابوں کا تو آریوں کے مقابلہ کیلئے لائے ہیں۔ اور دو ٹرنک کتابوں کے احمدیوں کے مقابلہ کیلئے ہم تم لوگوں کو یہاں ہرگز کام نہ کرنے دینگے"

تو ہم نے اپنے مبلغ واپس بلا لئے۔ اور اس گاؤں کو ان جنگجو مولویوں کیلئے چھوڑ دیا۔

اسی طرح ایک دوسرے گاؤں میں جو ضلع ایٹہ میں واقع ہے ہمارے ایک بزرگ مبلغ جو ایک اعلیٰ سرکاری ملازمت سے پنشن لیکر خدمت دین کر رہے ہیں۔ ایک عرصہ سے کام کر رہے تھے۔ بچوں کو تعلیم دیتے اور تبلیغ کا کام کرتے تھے۔ گاؤں کے لوگ ہر طرح ان سے خوش تھے اور ان کی تبلیغی کوششوں کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے۔ لیکن وہاں سے بھی دیوبندی مولوی صاحب کی مخالفت کی وجہ سے انہیں واپس بلا لیا گیا۔ اس گاؤں کے لوگ ہمارے مبلغ کے کام پر جس قدر خوش تھے۔ وہ حسب ذیل تحریر سے ظاہر ہے۔ جو معززین نے واپسی کیوقت ہمارے مبلغ کو لکھ کر دی۔ اور جو یہ ہے:۔

"ہم ساکنان موضع گڑھی تصدیق کرتے ہیں کہ مولوی جمال الدین احمدی مبلغ اس گاؤں میں ۹ر اپریل ۲۳ء کو آئے۔ اور غیر آباد مسجد کو آباد کیا۔ پنجاب سے قاعدے منگوائے۔ اور درسگاہ کھولدیا۔ اور آٹھ بچوں کو بسم اللہ و اعوذ و کلمہ اردو قاعدہ ۱۶ صفحہ تک پڑھایا۔ اس اثناء میں ان کا حسن سلوک اور اخلاق پسندیدہ رہے۔ ۲۶ر مئی تک ہمارے پاس رہے۔ اب ۸ر مئی سے دیوبندی مولوی کے آنے سے انکی رہائش اب اسجگہ ضروری نہیں ہے۔ اسلئے بذریعہ تحریر ہذا اجازت ہے کہ وہ چلے جاویں۔ فقط

نشان انگوٹھا وارث خان ۔ نشان انگوٹھا واحد خان

دستخط غوث محمد خان ۔ بخط ہندی"

اس تحریر سے مختصراً معلوم ہو سکتا ہے کہ ہمارے مبلغ صاحب وہاں کیسا کام کر رہے تھے۔ پھر جو مولوی صاحب ہمارے مبلغ کو نکالنے کا باعث ہوئے۔ انھوں نے اس گاؤں کی نمبرداری لیتے ہوئے حسب ذیل تحریر دی:۔

"بذریعہ تحریر ہذا لکھ دیتا ہوں کہ میں اسجگہ حسب فہمائش محمد اصغر خان ٹھیکیدار علی گنج آیا ہوں۔ مجھ سے پہلے مولوی جمال الدین احمدی مبلغ اسجگہ امامت کرتے تھے۔ اور لڑکوں کو قاعدہ یسرنا القرآن پڑھاتے تھے۔ اب انکی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ میں خود اس گاؤں کا ذمہ دار ہوں۔ امامت خود کرتا ہوں۔ اور لڑکوں کو بھی پڑھاتا ہوں اسلئے اب مولوی جمال الدین احمدی جہاں جانا چاہیں چلے جاویں۔ انکو آزادی ہے۔ فقط عبد الرشید حنفی"۔

اس سے ظاہر ہے کہ ہماری روش کیا ہے۔ اور دوسرے مولویوں کی کیا۔ اور کہ ہم باوجود سخت نقصان کے تصادم سے بچنے کی کس قدر کوشش کر رہے ہیں۔ اور مولوی صاحبان کس طرح مقابلہ کے درپے ہیں ۔

پھر اور دیکھئے ایک مرتد شدہ گاؤں جس کا فی الحال ہم مصلحتاً نام لکھنا نہیں چاہتے۔ وہاں ہم نے اپنا مبلغ اسلئے بھیجا ہے کہ ساتھ کے گاؤں میں جو شیعہ رہتے ہیں۔ انہیں اسبات کیلئے تیار و آمادہ کرے کہ وہ مرتدین کو اپنے ساتھ ملا لیں۔ اور یہ مبلغ اسجگہ مستقل طور پر کام کر رہا ہے۔

غرض ہم نہ صرف ہر جگہ تصادم سے بچنے کا سخت نقصان برداشت کر کے بھی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ بھی کر رہے ہیں کہ جس طرح ہو۔ مرتدین واپس آجائیں۔ خواہ وہ کسی فرقہ میں شامل ہوں۔

اگر علاقہ ارتداد میں کام کرنیوالے دوسرے لوگ بھی اپنا یہی مقصد قرار دے لیں۔ اور اپنے عمل کو اس کے مطابق ثابت کریں۔ تو خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت جلد کامیابی ہو سکتی ہے۔

نئی روشنی کے دلدادہ اور انگریزی تعلیم یافتہ مسلمان بڑے زور سے اسبات کو پیش کرتے تھے کہ مسلمان ایسے ہونے چاہئیں جن کا کسی فرقہ سے تعلق نہ ہو۔ ایسے مسلمان کہیں نہیں نظر آتے تھے۔ مگر اب علاقہ ارتداد میں اگر معلوم ہوا کہ ملکانہ لوگ ایسے ہی ہیں جو کسی اسلامی فرقہ سے تعلق نہیں رکھتے۔ لیکن اس حالت کا جو نتیجہ ہوا ہے وہ ظاہر ہے کہ یہی لوگ ارتداد کے گڑھے میں گر رہے ہیں۔ اور جب تک ان کا تعلق کسی اسلامی فرقے سے نہ ہو جائیگا۔ ان کی حالت ایسی ہی خطرہ میں رہیگی جیسی کہ اب ہے۔ اسلئے ہم چاہتے ہیں کہ جو جماعت بھی کام کرے۔ وہ انکو اپنے

مندرجہ ذیل سوالات کے بہترین جواب پر

پچاس ۵۰ روپیہ نذر

میں چاہتا ہوں کہ جس مسئلہ پر میرے نزدیک اب قوم کی موت و زیست کا مدار ہے۔ دوسرے اصحاب بھی جو اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہیں۔ اپنے خیالات مضامین کی شکل میں ظاہر کریں۔ اور دینی اور دنیوی اعتبار سے مسئلہ سود پر نظر ڈالیں۔ سب سے اچھے مضمون کے لئے میں پچاس روپیہ پیش کروں گا۔ جو اصحاب اس کو لینا گوارا نہ فرمائیں وہ اس رقم کو اشاعت اسلام میں یا کسی اور نیک کام میں صرف کر دیں۔ یا دوسرے عمدہ مضمون نگار کے لئے چھوڑ دیں۔ مگر اس مضمون سے مناسبت اور واقفیت رکھنے والے بزرگ کچھ نہ کچھ ضرور تحریر فرمائیں۔ مضامین میرے پاس از راہ کرم ۱۵ر جولائی تک حسب ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں۔ اور مضمون تحریر کرتے وقت حسب ذیل سوالات کو پیش نظر رکھیں

سوالات

۱۔ کیا مسلمان واقعی مفلس ہیں جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ اور ان کی مالی حالت عموماً کیسی ہے۔

۲۔ اگر وہ مفلس ہیں۔ تو کیا یہ درست ہے۔ کہ ان کے افلاس کی وجہ سے مسلمانوں کے قومی اور تبلیغی کام نہ صرف یہ کہ رک گئے۔ بلکہ خود ان کا ارتداد شروع ہو گیا ہے

۳۔ کیا مسلمانوں کا افلاس نتیجہ اس امر کا ہے کہ وہ ہر شعبہ زندگی میں سود میں دبے ہوئے ہیں حصہ نہیں لے سکتے۔ کہ ان کے مذہب میں بینک کا سود اور تجارتی سود اور ہر قسم کے سود جن سے دوسری قومیں بڑھ رہی ہیں۔ ناجائز ہیں۔

۴۔ زمانہ ہائے قدیم میں سود صرف ایک قسم کا تھا جس کو عربی میں ربوا اور انگریزی میں یوژری کہتے تھے۔ اور وہ ہر قوم و مذہب میں کم و بیش معیوب و ممنوع تھا۔ لیکن اس زمانہ میں اس کی ایک جدید صورت پیدا ہو گئی ہے۔ جس کو انگریزی میں انٹرسٹ کہتے اور عربی میں ربح کہہ سکتے ہیں۔ لہذا کیا ان شرعی احکام سے جو ربوا کے متعلق ہیں۔ ربح حرمت سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے؟ اگر ہو سکتا ہے۔ تو اس کے جواز کو مذہبی اسناد و دلائل سے ثابت کیا جائے۔

۵۔ اس زمانہ میں کاروبار اور بیوپار میں انٹرسٹ (ربح) کو کہاں تک دخل ہے اور زندگی کے کن شعبوں میں وہ ناگریز ہے۔

۶۔ بنک کا تجارت و صنعت سے کیا تعلق ہے۔ اور آیا بغیر بینک کے تعلق و توسط کے تجارت کے اعلیٰ مراتب پر پہونچنا ممکن ہے یا نہیں۔

۷۔ اگر شرعاً مسلمان انٹرسٹ یا ربح اختیار نہیں کر سکتے۔ تو وہ کونسی صورتیں ہیں۔ کہ مسلمان ربح سے محترز رہ کر تجارت اور صنعت اور تمول میں دوسری قوموں کے ساتھ چل سکیں۔

۸۔ اگر انٹرسٹ یا ربح شرعاً جائز ہے تو مسلمانوں میں اس کی ترویج کے کیا طریقے اختیار کئے جائیں۔

نوٹ مضمون لکھنے میں یہ ضرور نہیں کہ ہر سوال کا جواب دیا جائے۔ اور ہر مضمون میں احکام شرعی اور سود کے دنیوی مفاد کو مد نظر رکھا جائے۔ لکھنے والے اصحاب جس حصہ پر چاہیں تحریر کریں۔ تاکہ علماء کرام اور دنیادار دونوں اس بحث میں شریک ہو سکیں۔ عمدہ مضامین کی بذریعہ اخبارات و رسائل اشاعت کی جائیگی تاکہ قوم ان سے فیضیاب ہو سکے۔

خاکسار طفیل احمد
از علی گڑھ
ولایت منزل
۱۰ر مئی ۱۹۲۳ء

ملکانہ راجپوتوں کو ہندو برادری میں نہ ملانے کا دھوکہ

ملکانہ راجپوتوں کا دھرم خراب کرنے کیلئے آریہ ہندو جو چالیں چل رہے ہیں ان میں سے ایک بہت بڑی چال یہ ہے کہ ملکانوں سے کہا جاتا ہے کہ تم کو ہندو ٹھاکر اپنی برادری میں ملانا چاہتے ہیں۔ اور وہ صرف تم سے کھان پان ہی نہ کریں گے۔ بلکہ اپنے لڑکے لڑکیوں کی شادی بھی تمہارے یہاں کرنے لگینگے۔ لیکن یہ نرا دھوکا اور چال ہے۔ اس کا بڑا پختہ ثبوت یہ ہے کہ ہندو ٹھاکروں اور برہمنوں نے شدھ ہونے والے ملکانوں کیساتھ برادری کی طرح کہیں کبھی اپنا رشتہ نہیں جوڑا۔ اور نہ کبھی جوڑینگے۔ اور جہاں کہیں آریوں نے کسی ہندو کو روپیہ دیکر شدھی والے ملکانوں کے ساتھ کچھ کھلایا پلایا ہے۔ وہاں اس ہندو کو اس کی برادری نے علیحدہ کر دیا ہے۔

آریوں نے ضلع فرخ آباد۔ مین پوری اور ایٹہ میں کئی جگہ پنچائتیں کر کے اس بات کی کوشش کی ہے۔ کہ ہندو ٹھاکر ملکانوں کو اپنی برادری میں شا[illegible] کر لینے کا اعلان کر دیں۔ کہ ان کے ہاتھ سے کھانے میں پرہیز نہ کرینگے۔ اس کے لئے انہوں نے اکثر ہندو راجوں اور رئیسوں کے ذریعہ بھی اثر ڈالکر ہندو ٹھاکروں کو مجبور کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ٹھاکروں نے ملکانوں کو اپنی برادری میں ملا کر ان کیسا[illegible] خورد و نوش سے انکار کر دیا ہے۔ اور صاف صاف کہدیا ہے۔ کہ خواہ کوئی راجہ اپنے ایمان کو چھوڑ دے مگر ہم سے تو ہرگز آنکھوں دیکھے مکھی نہ کھائی جائیگی چنانچہ حال میں مین پوری میں ہندو راجپوتوں کی سبھا راجہ صاحب مین پوری کے قلعہ میں منعقد ہوئی اس میں اول تو بڑا زور دینے پر بہت کم لوگ شا[illegible] اور انہوں نے بھی ملکانوں کو برادری میں ملانے سے انکار کر دیا۔ اسی طرح موضع مودہ ضلع فرخ آباد [illegible] ۲۶ و ۲۷ر مئی کو سبھا ہوئی اس میں بھی ملکانوں [illegible] میں ملانے سے انکار کر دیا گیا۔

اگرچہ اسوقت کسی جگہ ہندو ٹھاکروں نے شدھی والوں کو برادری میں نہیں ملایا۔ نہ ان کے ساتھ خوردونوش شروع کیا۔ اور نہ ہی ان کے ساتھ رشتے جوڑے۔ اور نہ جوڑنے کی امید ہے۔ پھر بھی آریہ ملکانوں کو یہی دھوکہ دیتے ہیں۔ اس سے ملکانوں کو بچنا چاہیئے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ آریوں کا مذہب برباد کرکے ان کو اپنی ملکانہ برادری سے الگ کر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں وہ نہ ادھر کے رہینگے نہ ادھر کے۔

اول تو ہندو ملکانوں کے ساتھ خوردونوش کیلئے تیار نہیں۔ لیکن اگر کسی ایک آدھ جگہ کوئی آدمی ملکانوں کے ہاتھ کا کھا لیتا ہے۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ سب ہندو ٹھاکر بھی ان کو اپنی برادری میں ملا رہے ہیں۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ کھانے والے آدمی نے روپے لیکر دھوکہ دینے کی غرض سے ایسا کیا لیکن یہ بھی کوئی ایسی بات نہیں۔ جس سے سمجھا جائے کہ ہندو ٹھاکروں نے ملکانوں کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ ہاں ہندو ٹھاکر اپنے لڑکے لڑکیاں ملکانوں کے یہاں بیاہنے لگیں۔ اور صرف دو ایک نہیں بلکہ ہر ایک جگہ کے راجپوت بلاتردد رشتہ داریاں کرنے لگیں۔ تب بات ہے۔ لیکن ملکانوں کو ہرگز ہرگز ہندو ٹھاکروں سے ایسی امید نہ رکھنی چاہیئے۔ ہندو ٹھاکر ایسا کبھی نہ کریں گے۔

کیونکہ وہ کہتے ہیں۔ کہ ان کے ملانے سے ان کا خاندان اور مذہب خراب ہوجاتا ہے۔ پس ملکانوں کو ہوشیار رہنا چاہیئے۔ کہ وہ اس دھوکہ اور لالچ میں نہ آویں۔ جو برادری میں ملانے کے بہانے آریہ انہیں دے رہے ہیں۔ ورنہ ہندو برادری میں ملنے کے لالچ میں ملکانہ برادری سے بھی علیحدہ ہونا پڑیگا۔ اور دونوں طرف میں سے کسی طرف کے بھی نہ رہینگے۔ جس سے انجام کار افسوس کرنا پڑیگا۔ دوستو! وہی عقلمند ہے۔ جو آگا پیچھا سوچکر کام کرے۔

اقبال محمد خان سیکرٹری انجمن احمدیہ آگرہ
۳۰ مئی سنہ ۱۹۲۳ء

احمدی علما کا ورود گجرات

۲۹ و ۳۰ رمئی کے دو دن اہل گجرات کیلئے کیسے مبارک دن تھے۔ کہ قرآن کریم کے معارف سے آگاہ اور اشاعت اسلام کے دلدادہ احمدی علما یعنی علامہ دہر فاضل اجل حضرت مولوی حافظ روشن علی صاحب و شیر اسلام حضرت میر قاسم علی صاحب لیکچر دینے کیلئے آئے۔ ۲۹ تاریخ ۹ بجے شب حافظ صاحب موصوف نے "اسلام قدرتی مذہب ہے" کے موضوع پر نہایت دل آویز اور حکیمانہ پیرایہ میں قرآن کریم کے دعاوی اور دلائل سے ثابت کیا کہ اسلام کی نصرت و اشاعت میں کس طرح اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ کا اعجازی رنگ میں اظہار ہوا۔ پھر حضرت میر صاحب مذکور نے "دیانند کے چند اصول" کے مضمون پر بیان کرتے ہوئے پنڈت دیانند کے اپنے مسلمہ اصولوں کی بنا پر ان کے افعال کو ان کے خلاف ثابت کرتے ہوئے واضح کر دیا کہ پنڈت دیانند کی کیا حیثیت تھی۔

دوسرے دن رات کے ۹ بجے جناب حافظ صاحب موصوف نے "چھوت چھات" کی خرابیوں پر ایک نہایت مدلل اور فاضلانہ تقریر کی اور جو اثرات بد اس کے ذریعہ سے مسلمانوں پر پڑتے ہیں کھول کر بیان کئے اور مسلمانان کو آیۃ کریمہ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا کے ماتحت ہدایت کی کہ وقت آگیا ہے۔ کہ ہندوؤں کا حربہ ہندوؤں کے خلاف استعمال کیا جاوے۔ اور سامعین نے اسے قبولیت کا جامہ پہنایا۔ اس کے بعد میر صاحب موصوف کا لیکچر "پنڈت دیانند کی سوانح اور تناسخ" پر ہوا۔ پنڈت دیانند کے حالات ان کے خدام خاص لیکھرام و آتمارام کی مصنفہ سوانح سے پبلک کو سنائے گئے۔ جن حالات کا خاتمہ بوجہ قلت وقت گجرات کے پوتر جاپ پر ہوا۔ پبلک حالات سن سن کر حیران ہو رہی تھی۔ اور انگشت بدندان تھی۔ کہ کیا ایسا انسان انسانوں کی راہ نمائی کا مدعی ہو سکتا ہے۔ بہر حال اہالیان گجرات میں سے اکثر قرآن کریم کی صداقت کے دعاوی و دلائل سے واقف ہو کر دلائل کے ایسے ہتھیاروں سے مسلح ہو گئے۔ کہ اگر وہ ان دلائل کو لے کر آریہ کیمپ میں جا گھسیں تو سوائے ہتھیار ڈال دینے کے انہیں کوئی چارہ نہ رہے۔

جناب میر صاحب نے بار بار آریوں کو اعتراض کرنے کا موقع دیا اور بہ بانگ دہل چیلنج دیا مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ اخیر میں میں عام پبلک کا عموماً اور خدام خلافت یعنی شیخ عبد المالک صاحب سکرٹری اور شیخ عبد الحکم صاحب کپتان رضا کاران کا خصوصاً شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ انہوں نے انعقاد اور انتظام جلسہ میں ہماری کما حقہ امداد کی۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

جناب شیخ حسن محمد صاحب رئیس اعظم گجرات کی وسیع القلبی اور بے رو ہمدردی کے نقوش کبھی بھی ہمارے دلوں سے محو نہیں ہو سکتے۔ کہ انہوں نے رہائش وغیرہ کے انتظامات کر کے کسی قسم کی امداد سے دریغ نہیں کیا۔ جزاہ اللہ

افسوس ہے کہ جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور بہ سبب علالت طبع تشریف نہ لا سکے۔ ورنہ لوگوں کو آپ کے خیالات کے سننے کا بیحد شوق تھا۔

پہلے دن صدر جلسہ جناب چودھری محمد خاں صاحب آنریری مجسٹریٹ گجرات۔ اور دوسرے دن شیخ مشتاق حسین صاحب رئیس گجرات تھے۔ خاکسار مرزا حاکم بیگ گجرات۔

نوٹ:۔ جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور بوجہ علیل ہو جانے کے باعث گجرات تشریف نہیں لیجا سکے تھے۔ مگر ۹ رجون کی صبح کو آپ احباب گجرات کی خواہش پر تشریف لے گئے ہیں۔ ۹ رجون کی شام کو آپ کے لیکچر کا انتظام کیا گیا ہے۔

الفضل

امسال کے احمدی ایم۔ اے

امسال پنجاب یونیورسٹی سے ہمارے دو عزیز دوستوں نے ایم۔ اے کا امتحان عمدہ نمبروں میں پاس کیا۔ جناب قاضی محمد اسلم صاحب پسر جناب ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب امرتسری نے (فلاسفی) پنجاب یونیورسٹی میں اول رہے۔ اور جناب شیخ نذیر احمد صاحب بی۔ اے (آنرز) امتحان ایم۔ اے انگلش میں سیکنڈ ڈویژن میں کامیاب ہوئے۔ خدا مبارک کرے۔

ایک احمدی خاتون کی تعلیمی ترقی

مکرمی ملک کرم الٰہی صاحب ضلعدار گوجرانوالہ کی بیٹی ممتاز جہاں نے اس سال انٹرنس کا امتحان پاس کیا ہے۔ عزیزہ موصوفہ اپنے سکول میں اول نمبر رہی سات لڑکیاں شامل امتحان ہوئی تھیں ساتوں ہی پاس ہو گئیں۔ اللہ تعالےٰ مبارک کرے۔

ہم ملک مولا بخش صاحب رئیس گوڑالی کو ان کی نواسی کی کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں۔

اعلان ضروری

"چند طلباء ایف۔ اے۔ بی۔ اے۔ بی۔ ٹی کلاس میں۔ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ لیکن بوجہ غریب اپنا بوجھ برداشت کرنے کے ناقابل ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان کے اخراجات کا انتظام کیا جائے۔ خواہ مختلف جماعتیں اس بوجھ کو علیحدہ علیحدہ برداشت کریں۔ یا فرداً فرداً ذی استعداد احباب ماہواری جو مدد دے سکتے ہوں دیں۔ ہر طرح سے مدد لی جاویگی۔

بعض طلباء کو قرض حسنہ دیا جاویگا۔ اور بعض کو بامید وقف اوقات برائے تبلیغ۔ امید ہے کہ احباب جلد اطلاع دینگے۔ کہ وہ کسقدر رقم دینگے۔ اور کس طرح دینگے۔ بطور قرض حسنہ۔ یا بطور امداد"

ناظر تعلیم و تربیت

ضرورت

"ہمیں چند ایسے مخلص احمدی ٹیچروں کی ضرورت ہے جو بی۔ اے بی ٹی ہوں اور ایس۔ وی اور جے۔ وی ہوں۔ جو احباب دفتر تعلیم و تربیت قادیان کے ماتحت کام کرنا چاہیں۔ جلد اپنا نام اس محکمہ میں معہ مفصل پتہ کے بھیجدیں۔

(ناظر تعلیم و تربیت قادیان)

درخواست خاکسار احمدیہ بزرگان کے کسی ایسے قصبہ میں جو کسی ریلوے سٹیشن کے نزدیک ہو۔ کسی نئی آباد شدہ منڈی میں عطاری وغیرہ کی دکان کرنی چاہتا ہے اگر کسی بھائی کے ہاں اس قسم کی دکان چل سکے تو نیاز

ہندوستان کی خبریں

ایڈیٹر کیسری سے ۳۰ ہزار کی ضمانت اور مچلکہ

مسٹر ایمرسن ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت سے لالہ شام لال ایڈیٹر کیسری کو حسب ذیل نوٹس موصول ہوا ہے۔

از پیشگاہ صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب بہادر ضلع لاہور

نوٹس بنام لالہ شام لال کپور ایڈیٹر پرنٹر پبلشر اخبار کیسری لاہور

"ہرگاہ ہمارے نوٹس میں لایا گیا ہے کہ شام لال کپور ایڈیٹر پرنٹر پبلشر اخبار کیسری لاہور ۲۸ رمئی ۱۹۲۳ء نے اخبار کیسری میں ایک مضمون شائع کیا ہے جس سے مسلمانان کے احساسات کو صدمہ پہونچنے کا احتمال ہے۔ اور شام لال آئندہ بھی اسی مضمون کے آرٹیکل درج اخبار کیا کرے گا۔ جس سے امن عامہ میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ بنابراں ہم حکم دیتے ہیں۔ کہ شام لال مذکور ۱۱ رجون ۱۹۲۳ء کو ہمارے اجلاس میں حاضر ہو کر وجہ ظاہر کرے۔ کہ کیوں اس سے دس ہزار کا مچلکہ ذاتی اور اس دس ہزار کی دو ضمانتیں معہ دو ضامنان برائے ایک سال زیر دفعہ ۱۰۷ ضابط فوجداری حفظ امن کے لئے نہ لیجائیں۔"

تحریر ۵ رجون ۱۹۲۳ء

(دستخط) اے۔ ڈبلیو۔ ایمرسن۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور

لاہور میونسپلٹی کے ہندو ممبر مستعفی ہو گئے

لاہور میونسپل کمیٹی کے تمام ہندو ممبران نے ۵ رجون ۳ بجے بعد دوپہر لون حال میں ڈپٹی کمشنر لاہور کو پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی لاہور کی معرفت اپنے استعفے پیش کئے۔ مستعفی ممبر یہ ہیں۔ پروفیسر روچی رام ساہنی رائے بہادر ملکھی رام وائس پریزیڈنٹ۔ رائے بہادر امرناتھ۔ مسٹر گنپت رائے بیرسٹر ممبر کونسل۔ پنڈت کے سنتانم۔ چودھری رام بھجدت۔ لالہ اودھ ناتھ رائے دکیل۔ ڈاکٹر گوپی چند۔ لالہ ہری رام شاہ۔ مسٹر کے ایل رلیا رام۔ ان استعفوں کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کے تناسب سے کم مگر پہلے سے زیادہ ممبریاں کیوں

دی جاتی ہیں۔

ریواڑی میں آریوں سے کامیاب مباحثہ

ریواڑی کی انجمن اسلامیہ کے ناظم مولوی عبداللطیف صاحب نے مسلم آؤٹ لک میں اعلان کیا تھا۔ کہ ریواڑی میں آریوں نے جلسہ کیا ہے۔ اور ان کا ارادہ اسلام پر حملہ کرنے کا ہے۔ اس لئے جماعت احمدیہ قادیان اور دیگر اسلامی جماعتوں کا فرض ہے۔ کہ وہاں مناظرین بھیجیں۔ یہ اخبار ۲ جون کو قادیان پہنچا۔ جسے ملاحظہ فرماتے ہی حضرت امام نے جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کو ارشاد فرمایا کہ آپ وہاں چلے جائیں۔

چنانچہ اسی دن شیخ صاحب وہاں تشریف لے گئے۔ اور چونکہ ابھی تک اور کوئی اسلامی مبلغ نہ پہنچا تھا۔ سوائے بابا نور رحمت حسن صاحب کے اس لئے آریوں نے میدان کو خالی سمجھکر چیلنج مناظرہ دیا۔ جو فوراً قبول کر لیا گیا۔ جس کے قبول کئے جانے کی آریوں کو امید نہ تھی۔ اس لئے وہ بہت حیران ہوئے۔ ۴ رجون کو جناب شیخ صاحب مکرم نے ۴ بجے سے ساڑھے چھ بجے تک ویدوں کے الہامی ہونے پر کامیاب مباحثہ کیا۔ جس میں آریوں نے اپنی شکست کو محسوس کیا اور مسلمان اپنی کامیابی پر خوش ہوئے۔

غیر ممالک کی خبریں

معاہدہ لوزان کا تصفیہ عنقریب ہونیوالا ہے

لوزان ۔ ۶ رجون ۔ لوزان کے ایک پیغام میں موثق طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کہ عام طور پر یہ احساس کیا جاتا ہے۔ کہ عہدنامہ کا فیصلہ چند دنوں میں ہونے والا ہے۔ باخبر حلقوں میں صلح کی امید کی جاتی ہے۔ لوزان کی گفت و شنید عارضی طور پر ملتوی کی گئی ہے اور انگورہ کی طرف سے ترکی قرضے اور رعایات کے مسئلے کے متعلق اتحادیوں کو جواب دیا جانے والا ہے۔ اس کا انتظار ہے۔ بڑے اتحادی مندوبین صورت حالات کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں۔

ریاست بھرتپور کا ایک غیر منصفانہ فیصلہ

اسلامی مبلغین تبلیغ سے عملاً روک دئے گئے

(خاص تار بنام الفضل)

۹ رجون کو ہمیں جناب چودھری فتح محمد خاں صاحب سیال ایم اے امیر وفد المجاہدین کی طرف سے مندرجہ ذیل تار موصول ہوا ہے۔

"آگرہ ۔ ۸ رجون

ریاست کی کونسل فیصلہ کرتی ہے کہ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنے مذہب کی اشاعت کرے بشرطیکہ امن عامہ میں خلل نہ ڈالے۔ اور یہ کہ ہر شخص ریاست کے قلمرو کے اندر لیکچر وغیرہ دے سکتا ہے اس کا وقت طلوع آفتاب سے لیکر غروب آفتاب تک ہے۔ مگر لیکچر سے پہلے سپرنٹنڈنٹ پولیس اور مجسٹریٹ کی منظوری حاصل کرنی ضروری ہے۔ لیکچراروں کو عام طور پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ لیکچر کا مقام غروب آفتاب سے قبل چھوڑ دینا پڑیگا۔ اور اگر کوئی خاص ضرورت پیش آئے تو چوبیس گھنٹے سے زیادہ مقام کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ مجسٹریٹ کی اجازت ہو۔ یہ پابندیاں تمام باہر سے آنیوالوں پر عائد کی جائینگی۔ اور ان لوگوں پر بھی جو ریاست کے حدود میں شدھی کے متعلق آئے ہیں۔ عام اس سے کہ وہ مسلمان ہوں یا ہندو۔"

اس تار کا منشا ظاہر ہے کہ اسلامی مبلغین کے لئے ریاست نے نہایت ہوشیاری سے تبلیغ کے دروازے بند کر دئے ہیں۔ نہ مبلغین اس علاقہ میں رہ سکتے ہیں۔ نہ کام کر سکتے ہیں۔ کام کرنے کے لئے مجسٹریٹ کی اجازت لازمی ہے۔ اور مجسٹریٹ ریاست کا ایک پرزہ ہے۔ پس ریاست کے اس فیصلے نے بتا دیا کہ ریاست تلی ہوئی ہے۔ کہ مسلمان اپنے دین کی حفاظت نہ کر سکیں۔ اس فیصلہ کا اثر ہندوؤں پر کچھ نہیں پڑتا۔ ہم اس فیصلہ پر مفصل آئندہ بحث کریں گے۔ انشاء اللہ

(باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر دفتر الفضل سے شائع ہوا)